© rasailojaraid.com

شاہ جی اور شیخ حسام الدین رحمہ اللہ

ڈاکٹر شاہد کاشمیری

ضیغم احرار شیخ حسام الدین نے زمانۂ طالب علمی ہی میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو اپنا قائد تسلیم کر لیا تھا۔ شیخ صاحب نے جب عملی سیاست میں قدم رکھا تو ان کے سامنے جماعتیں اور لیڈر تو ایک سے بڑھ کر ایک تھے لیکن نظریاتی وابستگی اور حضرت شاہ جی کی شخصیت کا سحر انہیں مجلسِ احرار اسلام کے بہت نزدیک لے گیا۔ حضرت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ (۱):

"قائد احرار حضرت شیخ حسام الدین رحمہ اللہ ان یادگار زمانہ لوگوں میں سے تھے جنہیں مجلس احرار جیسی عظیم جماعت کی تاسیس و تعمیر کے سلسلہ میں بنیادی پتھر اور خود ہی اس کے بانی مبانی ہونے کا قابلِ صد فخر و رشک، اصولی مقام و منصب حاصل ہوا اور اسکی تجدید و تزئین کے لئے پختہ کاری و چہرہ آرائی کی بڑی ذمہ دارانہ حیثیت نصیب رہی۔ چنانچہ سیدنا امیر شریعت رحمہ اللہ کے منہ بولے چھوٹے بھائی نیز سعادت مند اطاعت شعار و وفادار اور چہیتے رفیقِ زندگی کے طور پر چہل سالہ اجتماعی جدوجہد کے انقلابی و طوفانی دور میں ہر مدّ و جزر کے وقت تا دمِ آخر انہیں یہ مرکزی حیثیت برابر حاصل رہی"

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری جدوجہدِ آزادی کے عظیم مجاہد کی حیثیت سے فرزندانِ اسلام اور خصوصاً برِ صغیر کے غریب اور محروم طبقوں کی آواز تھے ۱۷، ۱۹۱۶ء کے زمانہ میں امرتسر کے بازاروں میں اس جہاں دیدہ عالم اور پختہ کار واعظ کی آواز ابھری تو شاہ جی کی مجالس نے شیخ حسام الدین کو ان کا گرویدہ بنا دیا۔ وہ خود فرماتے ہیں (۲)

"ذہنی طور پر تو میں شاہ صاحب کے خیالات کی گرفت میں آہی چکا تھا لیکن عملی طور پر ان کے قرب کی سعادت مجھے نصیب نہ ہوئی تھی کہ غالباً ۱۹۲۰ء میں قادیانیت کی لہر ایک نئی کروٹ کے ساتھ حالات پر اثر انداز ہونے لگی".........

شیخ حسام الدین امرتسر کے بندے ماترم ہال کے ایک جلسے کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں جس میں مرزا بشیر الدین محمود نے ایک خود ساختہ خطبہ پڑھا اور پھر ایک حدیث کو بھی غلط پڑھا تو اچانک پچھلی صفوں سے اسٹیج کی طرف آتے ہوئے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی پُرجلال آواز اُبھری۔ (۳)

"ٹھہرو! اللہ کے غضب سے ڈرو، تم حدیث غلط پڑھ رہے ہو۔ حدیث درست پڑھو اور حوالہ بتاؤ ورنہ ایک لفظ بھی آگے نہیں کہنے دوں گا"

مرزا بشیر الدین محمود کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اتنے میں پولیس اسٹیج کے قریب آگئی اور مرزا کو گھیرے میں لے لیا۔ لوگوں میں افراتفری سی پھیل گئی، نعرہ ہائے تکبیر گونجنے لگے اور آن کی آن میں جلسہ تتر بتر ہو گیا"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس واقعے نے شیخ صاحب کے ذہن پر ایک گہرا نقش چھوڑا کیونکہ شاہ صاحب کی جرأت ان کے جذبۂ ایمانی کی روشن اور واضح دلیل تھی (اور ہے) وہ شاہ جی کی شخصیت سے اس درجہ متاثر تھے کہ انہیں بیدار مغز، صاحبِ ایمان، عالمِ دین، خوش گفتار اور اسلام کا شیدائی جیسے القابات سے نوازا۔ شاہ جی نے شیخ حسام الدین کی ایک کارکن ہونے کے ناطے اور مجلس احرار کے صدر ہونے پر بھی ان کی ہر طرح سے رہنمائی کی۔ شیخ حسام الدین نے شاہ جی کے ساتھ قید و بند کی صعوبتیں بھی سہیں۔ وہ لاہور، راولپنڈی اور ملتان کی جیلوں میں ان کے ساتھ رہے۔ وہاں کی محفلوں میں شاہ جی کی باغ و بہار شخصیت کے کئی اور پہلو بھی دکھائی دیئے۔

شیخ حسام الدین نے شاہ جی کو جیل کی سزا کاٹتے ہوئے کبھی پژمردہ نہیں دیکھا۔ انہوں نے فقر و درویشی کا ایسا راستہ اختیار کیا ہوا تھا جس پر چلتے ہوئے دنیاوی تکلیفیں ہیچ نظر آتی تھیں۔

شیخ حسام الدین رحمہ اللہ کے نزدیک (۴) ''شاہ جی کی شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے جہاں اور بے شمار صفات سے متصف کیا تھا وہاں ایک صاف ستھرے علمی و ادبی ذوق سے بھی ان کے مزاج کی آراستگی کی تھی''

شیخ صاحب شاہ جی سے اپنی رفاقتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (۵)

''ان کی (شاہ صاحب کی) عالی ظرفی کا اندازہ کیجیے کہ میرا کئی مرتبہ سیاسی مسائل پر ان سے اختلاف بھی ہوا بات کے مختلف پہلوؤں پر گرما گرم بحثیں بھی ہوئیں مگر اس قسم کے حالات ساون کے بادلوں کی طرح گزر گئے۔ شاہ جی کے مزاج اور میرے ساتھ برتاؤ میں کبھی فرق نہ آیا وہ اپنے طرزِ عمل سے ایک مجھ ہی کو کیا بلکہ ہر دوست، دشمن کو اپنا گرویدہ بنا لینے کا کچھ ایسا ڈھنگ جانتے تھے کہ اس دور کے لوگوں میں وہ ناپید ہے بلکہ آئندہ بھی اس قسم کی صفات کی جھلک کسی انسان میں مشکل سے دیکھنے میں آئیں گی۔

مجلس میں انتخابات کے موقع پر وہ کہا کرتے تھے کہ ''بھائی انتخاب ووٹوں کی اساس پر نہ کیا کرو بلکہ مسائل اور ضروریات کی روشنی میں ذمہ داریاں سنبھال لیا کرو''

شیخ حسام الدین اور ان کے رفقاء کے سامنے ایک معیار یہ تھا اور دوسرا تھا، ملکی سیاست کا عالمی سیاست سے تقابل، انہوں نے دیکھ لیا کہ آل انڈیا مجلس خلافت میں نئی آئینی سیاسی جدوجہد کا آغاز تھا۔ کانگریسی ہندو لیڈروں کی سیاست نے جو رنگ دکھائے، انگریز گماشتوں نے جو رنگ چڑھائے اور خاص طور پر نہرو رپورٹ کے بعد کانگریس کی ہندوآنہ ذہنیت بے نقاب ہونے پر ''ایک اولوالعزم، بہادر، مخلص، خالص عوامی اور اسلامی جماعت کی ضرورت شدت سے محسوس ہونے لگی تاکہ غیر مسلم جماعتوں کی زبردستیوں اور جارحانہ تحریکات کا ضروری سدّباب اور مستقل محاذ پر انگریز کا مردانہ وار مقابلہ کیا جاسکے۔ یہ جماعت ملکی سیاسیات کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام کے نفاذ اور حکومت الٰہیہ کے قیام کی علمبردار ہو۔ جو پوری قوت، جرأت اور استقلال کے ساتھ آزادیٔ وطن کی جنگ لڑسکے۔ چنانچہ اسی غرض سے ۱۹۲۹ء میں مسلم بہادروں، اولوالعزم مجاہدوں، سربکف جانبازوں، عظیم الشان شجاعوں اور عظیم محبِ وطن انسانوں کی جماعت ''مجلسِ احرار اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہند" کے نام سے عالمِ وجود میں آئی۔ اس کے اوّلین بانیوں میں چودھری افضل حق، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ظفر علی خان، غازی عبدالرحمن امرتسری، شیخ حسام الدین اور مولوی مظہر علی اظہر شامل تھے"(۶)

ان احرار رہنماؤں کا مقصد ایک، اور یقین پختہ تھا۔ جہاں تک امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی شخصیت اور مرتبے کا تعلق ہے وہ ان رہنماؤں میں شخصی و سیاسی اعتبار سے سب سے توانا اور قائدانہ صلاحیتوں کے مالک، دینی معاملات اور قومی امور میں کمال درجے کا علم و تجربہ رکھتے تھے۔ شیخ حسام الدین نے امیر شریعت کو امرتسر کی محلہ وار مجالس میں سنا۔ مختلف سٹیجوں پر تقریریں کرتے دیکھا اور ان کے حوالے سے دین و دانش کی کشش کو محسوس کیا تھا۔ لہٰذا جب وہ مجلسِ احرار میں شامل ہوئے تو شاہ جی کی سیاسی سوجھ بوجھ، متانت، سنجیدگی اور استدلال کے گرویدہ ہوگئے۔ امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اور شیخ حسام الدین رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی کا طائرانہ جائزہ لیا جائے تو ان میں کئی باتیں اور صلاحیتیں مشترک تھیں۔ شاہ جی عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ اچھا شعری اور ادبی ذوق بھی رکھتے تھے۔ جبکہ شیخ صاحب عالمِ دین نہ تھے مگر شعری و ادبی ذوق ان میں بھی بدرجہ اتم موجود تھا۔ جہاں کہیں اچھا شعر نظر آیا بیاض میں نقل کر لیتے۔ انہیں بھی اساتذہ کے سینکڑوں اشعار ازبر تھے اسی طرح دونوں بلند پایہ مقرر تھے۔ دونوں رہنماؤں کو ملکی سیاست کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی معاملات کا اچھا خاصا شعور تھا۔ دونوں لیڈروں نے قومی آزادی کے لئے قید و بند کی صعوبتیں سہیں اللہ اور عوام کی نظروں میں سرخرو رہے۔ بعض جیلوں میں وہ اکٹھے بھی رہے۔

مختصر یہ کہ شیخ حسام الدین کے دل میں شاہ جی کے لئے بے پناہ اخلاص اور محبت تھی ان کی چالیس سالہ رفاقت اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ شاہ جی کے دیرینہ رفیقوں میں شیخ حسام الدین کو ایک خاص درجہ حاصل رہا وہ کم و بیش چالیس برس شاہ جی کے رفیقِ زندگی رہے اور اس اثنا میں بہت کم لمحے آئے جب دونوں ایک دوسرے سے جدا رہے ہوں۔ ان دونوں بزرگوں نے برطانوی سامراج اور انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزائیت کے قلع قمع اور دفاعِ وطن کے۔لئے متعدد بار قید و بند کی صعوبتیوں سہیں مگر ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی۔ وہ دونوں احرار تھے اور فطرتاً احرار تھے اس لیے کوئی بھی انہیں غلام نہ بنا سکا۔

ماخذ

(۱) ابومعاویہ ابوذر بخاری، سید، "آغاز" (غبارِ کارواں) مکتبہ مجلس احرار اسلام ۱۹۶۸ء، ص ۳

(۲) حسام الدین، شیخ، "غبارِ کارواں"، ص ۵۶ (۳) ایضاً (۴) ایضاً ص ۷۰ (۵) ایضاً ص ۵۸، ۵۹

(۶) عبیداللہ احرار، مولانا، "اشارات"، (تاریخِ احرار، مصنف، امیر افضل حق)، مکتبہ مجلس احرار اسلام پاکستان، ۱۹۶۸ء ص ط

© rasailojaraid.com